الکتاب والحکمۃ

عزیز زبیدی۔ واربرٹن

اسلام کا پارلیمانی نظام

فَمَا أُوتِيتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّأَبْقٰى لِلَّذِينَ
آمَنُوا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝ وَالَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبٰٓئِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ
يَغْفِرُونَ ۝ وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَأَمْرُهُمْ شُورٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا
رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ ۝ وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُونَ (پ ۲۵۔ شوریٰ ع ۴)

"غرض جو کچھ بھی تم کو دیا گیا ہے (وہ تو) دنیا کی زندگی کا (صرف چند روزہ) ساز و سامان ہے اور جو کچھ خدا کے ہاں ہے وہ بہتر (بھی) ہے اور لازوال (بھی مگر) صرف ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں اور (یہ صرف ان لوگوں کے لیے ہے) جو کبیرہ گناہوں اور اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں اور جب ان کو غصہ آجاتا ہے (تو) وہ ان سے درگزر کرتے ہیں اور (یہ) وہ (بندگان خدا ہیں) جو اپنے رب کے لیے سراپا تسلیم و رضا بن کر رہتے ہیں اور نمازیں قائم کرتے ہیں اور ان کے سب کام باہمی صلاح و مشورہ سے ہوتے ہیں اور ہمارے عطا کردہ رزق کو (ہماری راہ میں) خرچ بھی کرتے ہیں اور (یہ وہ لوگ ہیں) کہ جب ان پر بے جا زیادتی ہوتی ہے تو وہ (ان سے اپنا) بدلہ لے لیتے ہیں۔"

دنیا بذات خود بری نہیں مگر یہ صرف "وقت کٹی" کا نام ہے، ہاں اسے لازوال بھی بنایا جا سکتا ہے۔ یعنی جو خدا کے پاس ہے، اسے اس کی رضا کے مطابق حاصل کیا جائے تو وہ صرف دنیا بردوش نہیں ہوگا بلکہ آخرت در بغل بھی ہوگا۔ گویا کہ اب دنیا عبادت بھی بن جاتی ہے۔

دونوں جہان۔ مگر یہ دولت "ایرے غیرے نتھو خیرے" کے لیے نہیں ہے، صرف ان خوش نصیب اور سعادت مند انسانوں کے لیے ریزرو ہے جو

۱۔ رب کے سلسلے میں بے یقینی کے مریض نہیں ہیں، انھیں اس امر پر کامل بھروسہ ہوتا ہے کہ: خدا کے تشخیص کردہ "نظام حیات" میں دارین کی فلاح اور صلاح دونوں مضمر ہیں (يَتَوَكَّلُونَ)

(ب) گو وہ بشری کمزوریوں سے بالکلیہ محفوظ نہیں ہوتے تاہم ان کے شب و روز بدنام بھی نہیں ہوتے ان کی زندگی میں "عریانی اور فحاشی" نمایاں نہیں ہوتی۔ (یجتنبون)

(ج) وہ عالی ظرف ہوتے ہیں (ھم یغفرون)

(د) ان کا سراپا اپنے رب کے حضور تسلیم و رضا کا پیکر ہوتا ہے (استجابوا لربھم)

(ر) اقامتِ نماز میں وہ جس طرح اپنے کو پیش کرتے ہیں، وہی سراپا خارج نماز میں بھی ان کا برقرار رہتا ہے (اقاموا الصلوٰۃ)

(ص) ان کے معاملاتِ زندگی باہمی مشورہ پر مبنی ہوتے ہیں (شوریٰ بینھم)

(ف) پر یہ شورائیہ جلبِ زر کا حیلہ نہیں ہوتی بلکہ اسکے ارکان راہِ حق اور خدمتِ خلق میں اپنا گھر پھونک کر اپنے اجتماعی مستقبل کا تحفظ کرتے ہیں اور عوام کا بھلا چاہتے ہیں وہ پورے اخلاص اور دیانتداری کے ساتھ لُٹ جانے کو پا جانا تصور کرتے ہیں (ینفقون)

(ی) لغزش ممکن ہے لیکن زیادتی اور بغاوت کے سلسلے میں مداہنت نہیں کرتے بلکہ پورا پورا چکا دیتے ہیں (ھم ینتصرون)

اسلام کا پارلیمانی نظام۔ مملکت کی قومی اور صوبائی اسمبلیوں بلکہ دوسرے تمام ذیلی اداروں کے اراکین کی وہی صفات ہونی چاہییں جن کا اوپر کی آیات میں ذکر آیا ہے۔ کیونکہ انہی کے تذکار میں شورائیہ کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

ملتِ اسلامیہ کی شورائیہ کے ارکان وہ نہیں ہوتے جو عموماً قوم کو دیکھنے میں آتے ہیں، یہ تو بدنصیب قوم کو دیکھنا پڑ گئے ہیں۔ ملت اسلامیہ کی یہ بہت بڑی بدنصیبی ہے کہ: ان لوگوں نے "شورائیہ اور پارلیمانی نظام" کا تصور تو قرآن سے لے لیا ہے مگر قرآن سے شورائیہ کے اراکین کی صفات کے بارے میں پوچھنے سے کوئی سروکار نہیں رکھا۔ حالیہ پارلیمانی نظام کے تین بڑے ستون ہیں (۱) انتخاب (۲) خواہشِ نفس اور (۳) اکثریت۔

انتخاب کا ڈھونگ رچاتے ہیں مگر یوں کہ: ملک کے صدر اور قوم کے دوسرے زعما کا ووٹ اور ایک ادنیٰ اور بے سمجھ انسان کا ووٹ ایک برابر رہتا ہے۔ اہلِ علم اور جاہل کی رائے کی حیثیت بالکل ایک جیسی، اسی طرح امیدوار ایک پڑھا لکھا اور دوسرا اَن پڑھ، ایک صالح اور دوسرا بدنام، دونوں میں مقابلہ جائز ــــ حالانکہ قرآن کا کہنا ہے کہ: یہ سب برابر نہیں ہیں۔

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوُوْنَ (پ ۲۱ ۔ سجدہ ع ۲) قُلْ لَا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ

وَالطَّيِّبُ (پ۷ - مائدہ ع۱۳) مَا يَسْتَوِي الْأَعْمَى وَالْبَصِيرُ (پ۲۲ - فاطر ع۳) قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ (پ۲۳ - زمر ع۱)

خواہش - ان سطحی انتخابیوں کی دوسری بنیادی بات ان کا یہ فیصلہ ہے کہ: اپنی خواہش کے مطابق اپنا نظام آپ چلائیں - قرآن کہتا ہے، ان کی خواہش کو قانونی درجہ حاصل ہونا تو کجا وہ تو نوع انسان کی مت مارے گی اور آخرت کے لیے غارت گر ثابت ہوگی - کیونکہ خواہشِ نفس کے غلام، نوع انسان کی امامت کے قابل نہیں رہتے، وہ حیوان یہ انسان، حیوان انسان کا امام کیسے بن سکتا ہے: اس لیے فرمایا کہ: ایسے لوگوں کی پیروی نہ کریں، وہ آپ کے نمائندے نہیں ہیں، بلکہ وہ جنگلی جانوروں کے پیشوا ہیں، خود بھی گمراہ ہیں، دوسروں کی نیا بھی لے ڈوبیں گے، ان جانوروں کا کام ہی بھٹکنا اور بھٹکانا ہے - رہنمائی دینا نہیں ہے۔

وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ (پ۶ - مائدہ ع۱۰)

اور نہ اپنے ان بڑوں کی نفسانی خواہشوں پر چلو جو پہلے سے ہی گمراہ ہیں اور بہتیروں کو گمراہ کر چکے ہیں اور سیدھا رستہ کھو چکے ہیں۔

حق تعالیٰ کی رہنمائی سے بے نیاز ہو کر جو اپنی نفسانی خواہش کے پیچھے چلتے ہیں، خدا کے نزدیک وہ ... گمراہ اور سب سے بڑھ کر بے راہ ہوتے ہیں۔

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِنَ اللَّهِ (پ۲۰ - قصص ع۵)

اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا جو اللہ کی ہدایت کے بغیر محض اپنی نفسانی خواہش کا اتباع کرتا ہے۔

عہد حاضر کے پارلیمانی نظام میں قوم اور اس کے نمائندوں کی خواہشات کو ملحوظ رکھنا فرض عین ہوتا ہے لیکن قرآن کا فیصلہ ہے کہ مومن صرف حق کا اتباع کرتے ہیں۔

وَأَنَّ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَبِّهِمْ (پ۲۶ - محمد ع۱)

اور جو ایمان لائے انھوں نے اپنے رب سے آئے ہوئے حق کا اتباع کیا۔

قانونِ حق اور آئین اسلام کے ہوتے ہوئے جو لوگ قانون سازی کی کوشش کرتے ہیں وہ دراصل خدا سے نہیں، اپنے نفس اور نفسانی خواہشات سے استصواب کراتے ہیں۔ گویا کہ وہ فائنل فیصلے کا حق صرف اپنی ان نفسانی امنگوں کو دیتے ہیں، قرآن کو نہیں دیتے — جو سرتا پا گمراہ کن اور غارت گر ہیں۔

اسلام میں آزادیٔ رائے کا مفہوم مروجہ اور متداول مفہوم سے مختلف ہے۔ حیوانی خواہشات

کی بات نہیں بلکہ جسے وہ حق، صحیح اور اقرب الی الحق تصور کرتا ہے، اسے وہ ہر جگہ اور ہر وقت پیش کرنے کا مجاز ہے۔ جو لوگ صرف دو بالشت آنت، چار گز مکان اور جنسی بھوک کے تقاضوں کو سامنے رکھ کر ہڑبونگ مچاتے اور داؤ پیچ لڑاتے ہیں، ان کے لیے آزادیٔ رائے کی ارزانی "فساد فی الارض" پر منتج ہوتی ہے۔

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ (پ ۱۸۔ مومنون ع ۴)

اگر حق کہیں ان کی (نفسانی) خواہشوں کے تابع ہو جاتا تو آسمان و زمین اور جو ان میں (آباد) ہیں (بالکل) تباہ ہو جاتے۔

اکثریت۔ صرف اکثریت معیارِ حق نہیں ہے مگر موجودہ پارلیمانی نظام اسے ہی "رب"، اسے ہی قرآن اور اسے ہی رسول کا درجہ دیتا ہے۔ روئے زمین کے انسان ایک طرف ہوں اور حاملِ قرآن جو فردِ واحد ہو، دوسری طرف ہو، تو خدا کے نزدیک اسی فردِ واحد کا پلہ سب سے بھاری ہے۔ اس لیے حق تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ:

وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ (انعام ع ۱۴)

(اے پیغمبر!) اکثر لوگ تو دنیا میں ایسے ہیں کہ اگر ان کے کہے پر چلو تو وہ تم کو راہِ خدا سے بھٹکا کے چھوڑیں:

کیونکہ اکثریت عموماً نادان ہوتی ہے۔

بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (پ ۱۴۔ النحل ع ۱۰)

بلکہ وہ کم عقل ہوتی ہے۔ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ (پ ۲۱۔ عنکبوت ع ۶)

بلکہ اکثریت بے ایمان بھی ہوتی ہے۔

بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ (پ ۱۔ بقرہ ع ۱۳)

بلکہ اکثریت حق سے نفرت کرتی ہے۔

وَأَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كَارِهُونَ (پ ۱۸۔ مومنون ع ۴)

اگر کہیں کوئی اکثریت "کلمہ گو" ہے بھی تب بھی "شرک" کی آمیزش سے وہ پاک نہیں ہوتی۔

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ (پ ۱۳۔ یوسف ع ۱۲)

کیونکہ ان میں ان کی اوہام پرستی، نجی لالچ، مفادِ عاجلہ کی خواہش، مداہنت، لومۃ لائم کا خوف وغیرہ جیسی قباحتوں کی آمیزش ہو ہی جاتی ہے۔ اس لیے اسلام میں اکثریت کو بالکلیہ میزانِ حق نہیں

قرار دیا جا سکتا۔

اسلامی پارلیمانی نظام میں غیر منصوص امور میں صلاح و مشورہ کی پابندی ضرور ہے لیکن محض وضوحِ حق اور صواب کے لیے، اس کے بعد میرِ مجلس آزاد ہوتا ہے، جیسے وہ ملک و ملت اور اسلامی مستقبل کے لیے مناسب تصور کرے، فیصلہ دے سکتا ہے۔ مشورہ "امیر المومنین" کو باندھنے کے لیے نہیں تجویز کیا گیا بلکہ ان کے سامنے صرف "وضوح" کے لیے کیا گیا ہے، جیسے عدالتوں میں وکلاء کی بحث و تمحیص کے بعد جج اور قاضی آزاد ہوتا ہے کہ پیش آمدہ امر کے لیے جو بحث و تمحیص ہوئی ہے اس کی روشنی میں وہ جس نتیجے پر پہنچے فیصلہ صادر کر سکتا ہے، اسے وکلاء کی اکثریت کے تابع نہیں رکھا جاتا۔ بلکہ صلاح و مشورہ کی اور کسی بھی صنف میں مشورہ لینے والے کو مشورہ دینے والوں کی اکثریت یا اقلیت کے تابع مہمل نہیں بنایا جاتا۔ پھر یہاں کیوں؟ اصل میں یہ پابندی اس وقت تشخیص ہوئی ہے جب بے دین، خدا سے بے خوف اور جاہ پرستوں کا دور دورہ شروع ہوا ہے۔ نیک اور بے لوث امیر المومنین کے لیے یہ پابندی ایک بے جا بدگمانی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔ بہرحال کثرت کو "قاطع نزاع" کی حد تک بھی تسلیم کرنا ہمارے نزدیک محلِ نظر ہے، کیونکہ یہ اکثریت بھی بعض اوقات اغراضِ سیئہ کی بنا پر "مکھی پر مکھی" مارنے سے دریغ نہیں کیا کرتی بالخاص کر موجودہ نام نہاد دورِ جمہوری میں تو "اکثریت" عموماً حق و انصاف کی قاتل بھی ہے اور پارلیمانی ہاؤس میں عصبیت کا مکروہ ڈپو بھی۔ اس لیے اگر یہ ایک کے مقابلے میں ہزار بھی ہوں تو وجہ طمانیت اور "حق و صداقت" کا اب حتمی اور واقعی معیار نہیں رہا۔ الا ما شاء اللہ۔ چنانچہ قرآن کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰأُولِي الْأَلْبَابِ

(پ ۷۔ المائدہ ع ۱۳)

ترجمہ۔ آپ (ان سے) فرما دیں کہ: ناپاک (گندے) اور پاک (ستھرے) (دونوں) برابر نہیں ہو سکتے، اگرچہ گندوں کی کثرت آپ کو حیرت میں ڈالتی ہو۔

شورائیہ، میرِ کارواں کو باندھنے کے لیے تشخیص نہیں کی گئی بلکہ "وضوحِ حق" کے لیے اس کی مدد کرنے کی یہ ایک سبیل ہے، جیسے عدالتوں میں وکلا کی حیثیت ہوتی ہے۔

ان کے علاوہ جو بہکے اور بھٹکے ہوئے اراکین ہوتے ہیں، گو ساری قوم ان کو منتخب کر لے، تاہم ایک "بندۂ حنیف" سے مطالبہ ہے کہ ان کی پرواہ نہ کیجیے۔

وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ (پ ۶۔ مائدہ ع ۱۰)

اور نہ ان لوگوں کی (نفسانی) خواہشات کے پیچھے چلو جو (۱) پہلے ہی گم کردہ راہ ہیں (۲) اور دوسروں کو گمراہ بھی کر چکے ہیں (۳) اور خود بھی راہِ راست سے بھٹک گئے ہیں۔

شورائیہ، اسلام کی رُو سے اشد ضروری ہے لیکن اس کے اراکین "دو صد خر" یا دو صد ہزار ابلیس نہیں ہونے چاہئیں بلکہ ضروری ہے کہ وہ (۱) پختہ کار (۲) دیانتدار (۳) حاملِ کتاب (۴) اور سنتِ رسول کے وفادار ہوں، گو وہ چند ہوں تاہم کام کے ہوں، رہنمائی دے سکتے ہوں، کسی کی زلفِ گرہ گیر کے ایسے اسیر نہ ہوں کہ ایمان اور ضمیر کو بھی اس پر قربان کر ڈالیں۔ ان نمائندگانِ قوم کے نقوشِ پا کا اتباع مطلوب بھی ہے اور فلاحِ دارین کا موجب بھی،

وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ (پ ۲۱ - لقمان ع ۲)

یعنی ان لوگوں کی راہ پر چل جن کا رخ ہماری طرف رہتا ہے۔

فیصلہ کی بنیاد، حیوانی خواہش، نہ کثرت، بلکہ حق اور صرف حق ہے۔

قُلْ لَا أَتَّبِعُ أَهْوَاءَكُمْ قَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ (پ ۷ - الانعام ع ۷)

کہہ کہ میں تمہاری خواہشوں پر تو چلتا نہیں، ایسا کروں تو میں اس صورت میں گمراہ ہو چکا اور ان لوگوں میں نہ رہا جو راہ راست پر ہیں۔

فراعنہ کی پوری کابینہ اور شورائیہ کا ایک ہی "مردِ مومن" حق بات کے لیے اڑ گیا اور پوری کابینہ اور شورائیہ کے طرزِ عمل اور فیصلے کے خلاف آواز بلند کی اور خدا کے ہاں معراج پا گئی (پ ۲۴ - مومن ع ۴) اس لیے بات کثرت کی نہ کیجیے! حق کی کیجیے! اگر باخدا سربراہِ مملکت کی نگاہ میں ایک فرد کی بات بھی اقرب الی الحق ہے تو وہ پوری کثرت کو نظر انداز کر کے اس کے مطابق فیصلہ کر سکتا ہے۔ قاطع نزاع دراصل اراکین اسمبلی کی کثرت نہیں بلکہ سربراہِ مملکت یا میر مجلس کی صوابدید ہے۔ باقی رہا یہ اندیشہ کہ: سربراہِ مملکت اگر بدنیت ہو تو پھر کیا بنے؟ اصل میں یہ بھی ایک فریبِ نفس ہے ورنہ یہی اندیشہ اکثریت کی بابت بھی ہو سکتا ہے؟ اور یہ ہم سب کا روز و شب کا مشاہدہ بھی ہے۔ اس کے علاوہ ہم بات ایمانداروں کی کر رہے ہیں، بے ایمانوں کی نہیں!

آسان درس عربی کے پچیس ۲۵ آسان سبق

۴۰ دن میں

مصنفہ محمد یار راضی۔

بغیر استاد پڑھ کر عربی بول چال اور قرآن مجید کا ترجمہ سیکھیں۔ ہزارہا افراد مستفید ہو چکے ہیں۔ قیمت ۴/۸۵ روپے

آسان درسِ عربی کی کلید، قیمت ۳/۸۵ روپے۔ مکتبہ ایشیا ۱۰۔ اے بی شاہ عالم مارکیٹ۔ لاہور